بھائی صاحب بولے۔

"دیکھو ساتھ میں بستر لیتے جاؤ اور کچھ دام بھی رکھ لو۔ نہ جانے کیا ضرورت پڑ جائے؟"

بڑی بہن نے بلائیں لیتے ہوئے اپنا فرسٹ ایڈ بکس دیتے ہوئے کہا۔

"اسے بھی ساتھ لیتے جاؤ......"

"شکر لینے جا رہے ہو تو ہم لوگوں کا کہا سنا بھی معاف کرتے جاؤ۔"

بیگم نے آب دیدہ ہو کر دوپٹے سے آنسو پوچھتے ہوئے کہا۔

"مجھے کس پر چھوڑے جا رہے ہیں۔"

چاروں طرف سے جو یلغار ہوئی تو میں بوکھلا گیا اور سوالیہ نشان بنتے ہوئے کہا کون سا میدان جنگ میں جا رہا ہوں۔ ارے اسی گلی کے نکڑ پر تو شکر کی دُکان ہے، ایک چھپاکے میں گیا اور لایا۔ کیا اس سے پہلے گیہوں، مٹی کا تیل، دیا سلائی، ریزگاری اور کپڑا نہیں لا چکا ہوں۔

خانسامن بوا بلائیں لیتی بولیں۔

"خدا سلامت رکھے، چاند سے مکھڑے پر سہرا سجے، شکر لینے جائیں بھیا کے دشمن، آخر ہم نمک خوار کب کام آئیں گے۔!"

والد صاحب نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

"نہیں! وہ زمانے گئے، جب عورتیں کنٹرول سے شکر لے آتی تھیں۔ کیا مرد چوڑی پہن کر گھر میں بیٹھنے کے لیے رہ گئے ہیں؟ جاؤ بیٹا! مگر ہاتھ پیر بچا کے رکھنا، بھیڑ بھاڑ سے گھبرا نہ جانا۔"

چچا جان بولے۔

"کہاں لڑکے کو بے وقت ہلکان کرنے کے لیے بھیج رہے ہو۔ صبح کے چھ بج چکے ہیں۔ لوگ سرِ شام ہی بستر لے کر شکر کی لائن میں لیٹ جاتے ہیں تاروں کی چھاؤں میں پہنچ جاتے ہیں تب کہیں شکر ملنے کی نوبت آتی ہے!"

چھوٹے بھائی نے کہا۔

"آج اخبار میں آیا ہے، شکر کی لائنوں میں جگہ جگہ فوجداریاں ہو رہی ہیں۔" اس کے بعد انھوں نے اپنے ٹیڈی پتلون کی جیب میں سے ڈسٹر نکال کر دیتے ہوئے کہا "احتیاطاً جیب میں ڈال لیجیے۔"

ابھی گھر کے بڑوں چھوٹوں میں میرے جانے یا نہ جانے کے بارے میں بات ہو ہی رہی تھی کہ میں شکر لینے کے لیے گھر سے نکل پڑا۔

جب میں شکر کی دکان پر پہنچا تو پہلے تو مجھے دھوکا ہوا کہ میں شکر کی دوکان پر نہیں بلکہ کسی ایسے سنیما گھر کے سامنے پہنچ گیا ہوں جس میں کوئی مار دھاڑ والی نئی نئی فلم آج ہی لگی ہے اور پورا شہر اسے آج ہی دیکھ لینا چاہتا ہے۔ حد نظر تک شکر کی لائن میں لوگ چیونٹیوں کی طرح لگے ہوئے تھے اور اسی لائن کو پولس والے ڈنڈوں کی مدد سے درست کر رہے تھے۔

شکر کے بہت سے امیدواروں کے کپڑے تار تار ہو چکے تھے اور حلیہ بتا رہا تھا کہ انہوں نے یہ جگہ بزور بازو حاصل کی ہے۔ اکثر بزرگ اپنی باری کے انتظار میں تسبیح لیے شکر حاصل کرنے والا کوئی جلالی وظیفہ پڑھ رہے تھے۔

ایک صاحب لائن ہی میں کھڑے کھڑے بری طرح چیخ رہے تھے کہ ''ہائے میں لٹ گیا!'' معلوم ہوا کہ کسی نے موقع پا کر ان کی جیب صاف کر دی۔

لائن میں جہاں ذرا بھی سکون تھا وہاں لوگ اپنی باری کے انتظار میں بیٹھے خراٹے لے رہے تھے ایک آدھ زندہ دلان لکھنؤ نے ماحول سے بیزار ہو کر وقت گزاری کے لیے کجری چھیڑ دی تھی، کچھ کرکٹ کے شائقین لائن میں جے ٹرز سٹر رہے تھے۔

کچھ لوگ بغیر لائن والوں سے اپنی جگہ کا سودا کر رہے تھے اور کچھ بغیر لائن والے لائن میں لگے ہوؤں سے پوچھتے پھر رہے تھے۔

آپ میں سے کوئی چاہیں تو اپنی جگہ بیچ دیں۔

غرض لائن کا جائزہ لینے کے بعد شکر ملنے کی امید میں، کہ امید پر دنیا قائم ہے کلمۂ شہادت پڑھتا ہوا میں لائن میں کھڑا ہو گیا۔ مجھے لائن میں لگے زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ میرے پیچھے بھی کئی سو حضرات لائن میں لگ گئے گویا اب یہ تھا کہ اگر مجھے شکر نہ ملی تو دوسرے سیکڑوں کو بھی نہیں ملے گی اور مجھے نہیں ملتی ہے تو کیا ہوا ہزاروں مجھ سے پہلے آنے والوں کو تو مل گئی! اس جمہوری خیال سے مجھے بڑی تقویت پہنچی اور میں لائن میں ڈٹ کر کھڑا ہو گیا۔

جب لائن میں کھڑے کھڑے تھک گیا تو کچھ دیر تو تکلفاً اکڑوں بیٹھا اس کے بعد مجبوراً پلتھی مار کر زمین پر بیٹھ گیا اور اپنے برابر والے کے اخبار کا مطالعہ کرنے لگا۔ اخبار میں لکھا تھا ''شکر کی مصنوعی قلت ختم۔ شکر کی کمی پر قابو پالیا گیا۔'' اس کے بعد وزیر خوراک نے شکر کا مسئلہ دوسرے مسائل کی طرح بخیر وخوبی حل ہو جانے پر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا کہ ''ہمیں سوشلزم حاصل کرنے کے لئے اس قسم کے مسائل کو حل کرتے رہنا ضروری ہے۔'' اس کے بعد اخبار سے نفرت ہوگئی اور نظریں اس طرف سے ہٹا کر پھر لائن کا جائزہ لینے لگا۔ اتنے میں لائن میں کسی بانکے نے کسی کو چاقو مار دیا، جگہ کو لے کر جھگڑا شروع ہوا تھا، اور بات بڑھ گئی تھی۔ اس پر بھگدڑ نہ مچی کیونکہ جگہ چھوڑنے پر کوئی تیار نہ تھا۔ البتہ ایک زور کا ریلا آیا اور اسی ریلے کے ساتھ میں لائن کے باہر۔ اب جن صاحب کے آگے پیچھے میں گھنٹوں سے کھڑا تھا، ان تک نے مجھے پہچاننے سے صاف انکار کر دیا۔ میں ہوں کہ ایک ایک کو لاکھ یقین دلا رہا ہوں۔ حلف تک اٹھانے کو تیار ہوں، ایک آدھ کچھ پگھلا بھی، مگر پیچھے والوں نے ہنگامہ کرنا شروع کر دیا کہ:

''واہ صاحب! واہ ہم بے وقوف ہیں کہ صبح سے کھڑے ہیں۔'' ''یہ بھی کوئی طریقہ ہے، جب ہم سب کے بعد آئے ہیں تو سب کے آخر میں ہی کھڑے ہوئیے!''

ایک خوانچہ والے نے فقرہ کسا:

''بابو تھک گئے ہوگے! آؤ پہلے کچھ کھا پی لو۔ ایک صاحب کو میں نے لائن میں جگہ دی تھی اور دوسرے صاحب سے گھنٹوں بات چیت کرتا رہا تھا۔ میں نے دونوں کو لاکھ لاکھ یاد دلایا مگر دونوں صاف مکر گئے اور بولے۔

''میاں ہوش کی باتیں کرو، دیکھ رہے ہو لائن؟ بھلا اس میں کوئی کسی کو پہچان سکتا ہے؟''

سامنے ہی ایک سیاسی لیڈر وقت گزاری کے لیے اپنے برابر والے شخص کو سمجھا رہا تھا۔

''کل تک کسے یقین تھا کہ ملک آزاد ہو جائے گا۔ تم جانو چٹکی بجاتے میں تو سوراج مل گیا۔''

''سوشلزم'' لانے کی بات کا اس وقت جتنا چاہے مذاق اڑا لو اور چاہے اسے خیالی پلاؤ کہو یا کاغذی گھوڑا گردان لو۔ مگر آج نہیں تو کل بس اب سوشلزم آیا ہی سمجھو!''

کسی مسخرے نے یہ سن کر پیچھے سے نعرہ لگا دیا۔ ''انقلاب!'' اور زندہ باد کے ساتھ ہی زور کا ریلا آیا تو سیاسی لیڈر لائن سے بوتل کی کاگ کی طرح نکل کر باہر آ گیا۔

اب نیتا جی ہیں کہ لوگوں کی لاکھ خوشامدیں کر رہے، لال پیلی آنکھیں دکھا رہے ہیں، پھر نرم پڑ جاتے ہیں کبھی

گرم ہونے لگتے ہیں تو کبھی تقریر شروع کر دیتے ہیں، ''ڈسپلن'' وغیرہ جیسے الفاظ منھ سے نکالتے ہیں۔ مگر کیا مجال جو کوئی شکر خور ٹس سے مَس بھی ہو۔ ان کے مخاطب نے بھی ان کو پہچاننے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے پولیس بلانے اور بھوک ہڑتال کرنے کی دھمکی دی مگر وہ بھی بے سود ہوگئی۔ اس کے بعد نیتا جی نے لائن کی صورت حال کا اندازہ لگانے کے لیے طوفانی دورہ کیا۔ میں بھی سائے کی طرح ان کے ساتھ لگا رہا کہ شاید اسی بہانے لائن میں دوبارہ شامل ہونے کی کوئی صورت پیدا ہو جائے۔

انہوں نے ایک جگہ پر پہنچ کر کسی آدمی کے کان میں کچھ کہا۔

کوئی ایسا ہی لفظ تھا۔ مگر اس لفظ نے علی بابا کے کھل جا سم سم کی طرح خود بخود لائن میں کھٹ سے اتنی گنجائش پیدا کر دی کہ ایک آدمی اس میں اچھی طرح کھڑا ہو سکتا تھا، لہٰذا میں نے فوراً لائن کے اس خَلا کو پُر کر دیا۔

نیتا جی اور ان کے ہمدردنے لاکھ زور مارا مگر میں ٹس سے مس نہ ہوا۔ میرا کہنا تھا لڑکا سمجھ کر دیا کیجئے ورنہ میں تو اس جگہ پر صبح سے کھڑا ہوں۔ مثل مشہور ہے کہ جب اچھے دن آتے ہیں تو پرائے بھی اپنے ہو جاتے ہیں۔

لہٰذا دو ایک حمایتی بھی پیدا ہو گئے اور ایک آدھ نے گواہی بھی دے دی۔ ان لوگوں کو سیاسی لیڈروں سے خدا واسطے کا بیر تھا، وہ سب میری طرف سے بولنے لگے اور بولے ''بھائی آپ کیا کہہ رہے ہیں، ہم تو ان کو صبح سے لائن میں دیکھ رہے ہیں۔''

سیاسی لیڈر صاحب لائن کی جگہ حاصل کرنے کو کونسل کی ممبری کے مسئلے کی طرح وقار کا سوال بنا چکے تھے۔ انھوں نے خوب خوب ہاتھ پیر مارے، پینترے دکھائے، کبھی معلوم ہوتا کہ بس اب واقعی وہ بلوہ کرا کے ہی دم لیں گے، مایوسی کے عالم میں انھوں نے فرقہ وارانہ جذبات اُبھارنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ مگر جہاں اتنے شکر خور ہوں وہاں بھلا یہ کیسے ممکن تھا۔

قریب تھا کہ وہ لائن میں آ جائیں یا مجھے لائن سے نکلنا پڑے کہ اچانک شکر کی دوکان کے مالک نے بھونپو سے اعلان کیا کہ ''دکان شکر ختم ہونے کی وجہ سے بند کی جاتی ہے۔''

یہ سنتے ہی میں نے سیاسی لیڈر سے کہا ''پھر بھائی آپ ہی لائن میں آ جایئے۔''

انھوں نے مجھے گھور کر کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔ لائن میں کھڑے لوگ کھل کھلا کر ہنسنے لگے۔ قبل اس کے کہ لائن والے مجمع کی شکل میں شکر کی دُکان پر حملہ آور ہوں اور سیاسی لیڈر مجھ پر، میں لائن میں سے نکل کر اپنے گھر پہنچ چکا تھا۔

☆ ماخوذ

مشق

معنی یاد کیجیے:

شکر	—	چینی
فرسٹ ایڈ بکس	—	(ایک چھوٹا ڈبہ جس میں ضرورت کی کچھ اہم دوائیں رکھی جاتی ہیں)
یلغار	—	حملہ
خانسامن	—	باورچن
کنٹرول	—	وہ دکان جہاں سے سرکاری قیمت پر راشن تقسیم ہوتا ہے۔
ہلکان	—	پریشان
فوجداری	—	لڑائی بھڑائی
مصنوعی	—	بناوٹی
قلت	—	کمی
مجمع	—	بھیڑ

سوچیے اور جواب دیجیے:

1۔ مضمون نگار کو شکر لانے میں کیا کیا پریشانیاں ہوئیں؟

2۔ گھر کے لوگ اُنہیں شکر لانے کے پہلے کیا کیا کہہ رہے تھے؟

3۔ شکر کے لئے لائن لگنے والوں کی حالت کیسی ہوگئی تھی؟

4۔ نیتا جی نے لائن میں جگہ بنانے کے لئے کیا کیا کوششیں کیں؟

ان الفاظ سے جملے بنائیے:

صبح، دکان، غریب، بستر، پریشان

ان الفاظ کی جمع بنائیے:

وقت، بہن، امیدوار، دکان، خبر

ان الفاظ کی ضِد بتائیے:

والد، زمین، اُمید، شریف، قلت، نفرت

خالی جگہوں میں دیئے گئے الفاظ بھریئے:

1۔ بیٹا.........لانے کی کوشش کرو۔ (شکر، مٹھائی)

2۔ ٹھہرو امام ضامن تو............۔ (بندھوالو، رکھوالو)

3۔ آج.........میں خبر آئی ہے۔ (اشتہار، اخبار)

4۔ شکر کی لائن میں لوگ............کی طرح لگے ہوئے تھے۔ (ہاتھیوں، چیونٹیوں)

غور کیجیے:

آپ نے جو مضمون پڑھا اُسے ''انشائیہ'' کہتے ہیں۔ اِس میں ہلکے پھلکے انداز اور ہنسی مذاق کے لہجے میں بڑے پتے کی بات کہی جاتی ہے۔ جیسے اِس انشائیہ میں سرکاری کنٹرول کے ذریعہ شکر کی تقسیم میں ہونے والی دشواریوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

عملی سرگرمی:

☆ آپ اپنے محلے کی راشن کی دکان کا پتہ لگایئے اور دیکھئے کہ وہاں لوگوں کو راشن لینے میں کن کن پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے!

سبق..19

غزل

تمناؤں میں الجھایا گیا ہوں
کھلونے دے کے بہلایا گیا ہوں

ہوں اس کوچہ کے ہر ذرّہ سے آگاہ
ادھر سے مدتوں آیا گیا ہوں

دل مضطر سے پوچھ اے رونق بزم
میں خود آیا نہیں لایا گیا ہوں

لحد میں کیوں نہ جاؤں منہ چھپائے
بھری محفل سے اٹھوایا گیا ہوں

کُجا میں اور کُجا اے شؔاد دنیا
کہاں سے کس جگہ لایا گیا ہوں

☆ شادؔ عظیم آبادی

مشق

معنی یاد کیجیے:

تمناؤں — چاہتوں، خواہشوں

کوچہ — گلی، راستہ

ذرّہ — بہت چھوٹا ٹکڑا، کنکڑ

مضطر — بے چین، بے قرار

لحد — قبر

کُجا — کہاں

سوچیے اور جواب دیجیے:

1۔ تمناؤں میں کون اُلجھایا گیا ہے؟

2۔ شاعر کھلونا دے کر کسے بہلانے کی بات کہہ رہا ہے؟

3۔ شاعر کا اس کوچہ سے کس کی طرف اشارہ ہے؟

4۔ میں خود آیا نہیں لایا گیا ہوں یہ بات کس کے لئے کہی گئی ہے؟

5۔ ''بھری محفل سے اٹھوایا گیا ہوں'' سے کیا مراد ہے؟

خالی جگہوں کو دیئے گئے الفاظ سے پُر کیجیے:

1۔ کھلونے دے کے.......... گیا ہوں۔ (بہلایا، پھُسلایا)

2۔ ہوں اِس کوچہ کے ہر ذرہ سے......... (واقف، آگاہ)

3۔ .... سے مدتوں آیا گیا ہوں۔ (کدھر، اِدھر)

4۔ بڑی مشکل سے .... گیا ہوں۔ (منوایا، پلوایا، دلوایا)

5۔ لحد میں کیوں نہ جاؤں .... (سر کھپائے، منہ چھپائے)

ان الفاظ کو جملوں میں استعمال کیجیے:

لحد ، کوچہ، دنیا، ذرّہ، کھلونے،

پڑھیے اور سمجھیے:

(1) پیڑ: درخت ، شجر (2) سورج : آفتاب، خورشید۔

(3) آسمان: فلک، آکاش (4) چاند: ماہتاب، قمر، ماہ، چندا۔

(5) ماں: مادر، اماں، والدہ

ایک جیسے معنی والے الفاظ کو ہم معنی یا مترادف الفاظ کہتے ہیں۔

ان الفاظ کی ضِد لکھیے:

اودھر، رونق، مشکل، مدّت، لحد

مصرعوں کو مکمل کیجیے:

1۔ تمناؤں میں .... گیا ہوں۔ (اُلجھایا، سُلجھایا)

2۔ بڑی مشکل سے .... گیا ہوں۔ (ٹھہرایا، منوایا)

3۔ .... سے کس جگہ لایا گیا ہوں۔ (یہاں، کہاں)

4۔ بھری .... اٹھوایا گیا ہوں۔ (بزم، محفل)

جواب لکھیے:

آخری شعر میں شاعر کیا کہنا چاہتا ہے؟

غور کیجیے:

آپ نے شادؔ عظیم آبادی کی غزل پڑھی۔ اِس میں شاعر نے دنیا کی دل فریبی کو بیان کیا ہے۔ انسان دنیا میں خواہشوں کے پیچھے بھاگتا ہے۔ انسان پہلے جنت میں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے دنیا میں بھیج دیا۔ مگر یہ دنیا فانی ہے۔ انسان کو لوٹ کر پھر خدا کے پاس ہی جانا ہے۔ اسلئے چاہئے کہ انسان اپنے رب کو ہمیشہ یاد کرتا رہے اور دُنیا کے کاموں میں الجھ کر نہ رہ جائے۔

عملی سرگرمی:

☆ غزل کو یاد کر لیجیے اور اپنے اُستاد محترم کو سنائیے!

سبق..20

شہید پیر علی

اپنے ملک کی آزادی کے لئے انگریزوں سے جنگ کر کے شہید ہونے والوں میں پیر علی کا نام بھی بہت اہم ہے۔ پیر علی لکھنؤ کے نہوڑ قصبہ سے تعلق رکھتے تھے، انھوں نے صادق پور (پٹنہ) کے مجاہدین کے ساتھ مل کر آزادی کی لڑائی لڑی۔ پٹنہ سٹی میں ان کی ایک کتاب کی دکان تھی جو آزادی کے متوالوں کا مرکز تھی۔ ان کا مکان بھی مجاہدین آزادی کی سرگرمیوں کا اہم مرکز تھا۔ یہاں اکثر لوگوں کا اجتماع ہوتا اور بہت ہی جوش وخروش کے ساتھ ملک کو آزاد کرانے کا جذبہ ظاہر کیا جاتا۔ وطن پر مرمٹنے اور اسے غلامی سے نجات دلانے کے لئے طرح طرح کے منصوبے بنائے جاتے۔ خفیہ سرگرمیاں چلائی جاتیں۔ اس مشن میں ہر مذہب اور طبقے کے لوگ شامل تھے۔ پیر علی ان آزادی کے متوالوں میں سب سے آگے تھے۔ جوش اور ولولے سے بھرے ہوئے! انقلابی مشن کی کامیابی کے لئے وہ ہمیشہ جان کی بازی لگانے کے لئے تیار رہتے تھے۔

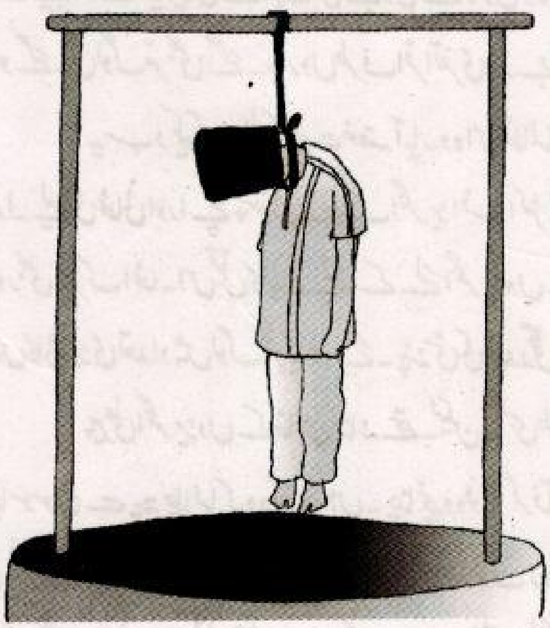

ان سرگرمیوں سے انگریز افسران بھی بے خبر نہیں تھے۔ ان کے جاسوس ہر جگہ پھیلے رہتے تھے۔

30/جولائی 1857ء کوانگریز افسر ولیم ٹیلر نے شہر کے کچھ اہم لوگوں کو سازش کے تحت بلایا اوران میں سے کئی معزز اور بزرگ لوگوں کو گرفتار کرلیا۔اس دھوکے بازی سے لوگ بہت ناراض ہوئے۔غم وغصہ کی لہر کا یہ نتیجہ ہوا کہ دوسرے دن بڑی تعداد میں لوگ انگریزوں کے خلاف نعرے لگاتے ہوئے سڑک پر نکل آئے۔

پیرعلی اس احتجاجی جلوس میں سب سے آگے علم اٹھائے چل رہے تھے۔ان کے ہاتھ میں پستول بھی تھا تاکہ وہ کسی بھی صورتحال کا مقابلہ کرسکیں۔ان کے دوسرے ساتھیوں نے بھی ہتھیار اٹھار کھے تھے۔یہ ایک قربانی کا جذبہ تھا جوانگریزوں کے مقابلے میں سب کو لے کر میدان میں آیا تھا۔اس جلوس کی خبر جب انگریز حاکم ولیم ٹیلر کو ہوئی تواس نے فوراًہی کارروائی شروع کی اور جلوس کو کنٹرول کرنے اور انقلابیوں کو گرفتار کرنے کا حکم جاری کیا۔ٹیلر کے بھیجے ہوئے سپاہیوں نے بہت ہی بے رحمی سے لوگوں کو مارا پیٹا۔لاٹھیوں کی مار سے کئی مجاہدین بُری طرح گھائل ہوگئے۔کئی لوگ مَر بھی گئے۔چاروں طرف افراتفری اور بے چینی کا ماحول تھا۔جلوس بکھر گیا،منصوبہ ناکام ہوگیا۔

یہ سب دیکھ کر پیرعلی کو بہت غصہ آیا۔وہ اس ظالمانہ کارروائی کو برداشت نہیں کرسکتے تھے۔انھوں نے بدلہ لینے کی ٹھانی اوراپنے پستول سے ایک انگریز افسر ڈاکٹر لین کو مارگرایا۔اس واقعے کے بعدانگریزوں کا غصہ اور بھی بھڑک اٹھا۔اس قتل کا بدلہ لینے کے لئے انگریزوں نے مجاہدین پر گولیوں کی بوچھار کردی۔اس فائرنگ میں کافی بڑی تعداد میں لوگ شہید ہوئے۔پٹنہ سٹی کی صدر گلی لوگوں کے خون سے لہولہان ہوگئی۔

پیرعلی انگریزوں کے خاص نشانہ تھے۔لیکن وہ کسی طرح وہاں سے نکل بھاگے۔لیکن انگریزوں نے اپنے جاسوسوں سے پتہ چلالیا کہ وہ کہاں ہیں۔چنانچہ وہ فوراً گرفتار کرلئے گئے۔ان پر مقدمہ چلا۔انگریز جج نے انھیں پھانسی کی سزا سنائی۔لیکن اتنی بڑی سزا سن کر بھی وہ خوف زدہ نہ ہوئے۔ان کے چہرے پراطمینان اورسکون کی جھلک تھی۔پھانسی سے قبل جیل میں ان کو بہت مارا پیٹا گیا۔لیکن وہ ہمت والے تھے،ذرا بھی نہیں گھبرائے۔ان کی ہمت،جواں مردی اور وطن پرستی کے انگریز قائل ہوگئے۔ٹیلر کا ماننا تھا کہ بہار کے مجاہدین میں پیرعلی جیسا بے خوف،نڈر اور جیالا کوئی بھی نہ تھا۔

8/جولائی 1857ء کواس عظیم مجاہد آزادی کو پٹنہ کے گاندھی میدان میں دار پر لٹکا دیا گیا۔اوراس

طرح پیرعلی ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئے۔لیکن ان کی یہ للکار ہمیشہ نوجوانوں کوحوصلہ دلاتی رہی کہ:

''انگریزو! سن لو آج تم مجھے اور میرے ساتھیوں کو پھانسی تو دے سکتے ہو مگر یاد رکھو!
ہمارے خون کی چھینٹوں سے اتنے مجاہدین پیدا ہوں گے کہ وہ تمہاری حکومت کو نیست ونابود کر دیں گے۔''

آخر میں پیرعلی شہید کا کہنا سچ ثابت ہوا۔اور آزادی کے متوالوں نے ڈھیر ساری قربانیوں کے بعد ۱۵/اگست ۱۹۴۷ء کو آخر آزادی حاصل کر ہی لی۔

☆ ماخوذ

مشق

معنی یاد کیجیے:

جنگ — لڑائی

اجتماع — لوگوں کا ایک جگہ جمع ہونا

نجات — چھٹکارا

خفیہ — چھپا ہوا

معزز — باعزت

احتجاج — خلاف میں آواز اٹھانا

افراتفری— بے چینی گھبراہٹ

وطن پرستی— وطن سے بے حد محبت

قائل — مان لینا

جیالا — بہادر

عظیم — بڑا

پیر — بوڑھا

سوچیے اور جواب دیجیے:

1۔ شہید پیر علی کہاں کے رہنے والے تھے؟

2۔ وہ پٹنہ میں کہاں رہتے تھے؟

3۔ انگریزوں نے کیا سازش رچی؟

4۔ احتجاجی جلوس میں کون مارا گیا؟

5۔ پیر علی کو کہاں پھانسی ہوئی؟

ان الفاظ کو جملوں میں استعمال کیجیے؟

شہید، جنگ، آزادی، وطن، جلوس

ان الفاظ کو واحد سے جمع بنائیے:

مجاہد، جذبہ، انگریز، کتاب، گولی

دیئے گئے الفاظ کی ضِد لکھیے:

آزادی، بہت، خوشی، بزرگ، آغاز

غور کیجیے:

اس سبق میں ہم نے پڑھا کہ ملک کو آزادی دلانے کے لئے ہمارے بزرگوں نے بڑی بڑی قربانیاں دی ہیں۔ شہید پیر علی نے بھی ہندوستان کو غلامی سے آزادی دلانے کے لئے اپنی شہادت پیش کی۔ وہ بہت بے خوف اور نڈر مجاہد آزادی تھے۔ انھیں اپنی جان سے زیادہ وطن عزیز تھا۔ ہمیں ایسے وطن پرستوں پر ناز کرنا چاہئے اور ان سے سبق بھی حاصل کرنا چاہئے۔

عملی سرگرمی:

☆ پیر علی کی تصویر حاصل کیجئے اور دوسرے شہیدوں کے نام بھی معلوم کیجئے!

سبق..21

غزل

یوں تو ملنے کو بہت پیر و جواں ملتے ہیں
جو محبت سے ملیں ایسے کہاں ملتے ہیں

اب تو یہ حال زمانے کا ہے اللہ اللہ
دوست بھی ملتے ہیں تو دشمنِ جاں ملتے ہیں

بے مشقت کبھی آرام نہیں ملتا ہے
گل بھی ملتے ہیں تو کانٹوں میں نہاں ملتے ہیں

یاد آجاتی ہے ارباب وطن کی عاجزؔ
غم کے مارے ہوئے دوچار جہاں ملتے ہیں

☆ کلیم عاجزؔ

مشق

معنی یاد کیجیے:

پیر و جواں	—	بوڑھے اور جوان
دشمنِ جان	—	جان کے دشمن
مشقت	—	محنت
گل	—	پھول
نہاں	—	چھپا ہوا، پوشیدہ
ارباب	—	دوست، احباب

سوچیے اور جواب دیجیے:

1۔ کون کون سے لوگ بہت ملتے ہیں؟

2۔ کون لوگ بہت نہیں ملتے؟

3۔ آرام سے زندگی گزارنے کے لئے ہمیں کیا کرنا ہوگا؟

4۔ وطن کے کن لوگوں کی یاد آتی ہے؟

خالی جگہوں کو دیئے ہوئے الفاظ سے بھریئے:

1۔ جو.........سے ملیں ایسے کہاں ملتے ہیں۔ (نفرت، محبت)

2۔ بے مشقت کبھی.........نہیں ملتا ہے۔ (اطمینان، آرام)

3۔ غم کے مارے ہوئے دو چار.........ملتے ہیں۔ (یہاں، جہاں)

ان الفاظ کو جملوں میں استعمال کیجیے:

دشمن،　غم،　آرام،　پھول،　وطن

دیئے ہوئے واحد الفاظ سے جمع بنائیے:

دوست،　اشک،　حال،　گل،　کانٹا

ان الفاظ کی ضِد لکھیے:

پیر،　نہاں،　آرام،　وطن،　غم

مصرعوں کو مکمل کیجیے:

1۔ یوں تو ملنے کو بہت پیرو........ ملتے ہیں۔

2۔ اب تو یہ حال.........کا ہے اللہ اللہ۔

3۔ غم کے............ہوئے دو چار جہاں ملتے ہیں۔

جواب دیجیے:

1۔ اس زمانے میں دوست کیسے ملتے ہیں؟

2۔ آخری شعر کا مطلب بیان کیجیے۔

غور کیجیے:

اِس غزل کے ذریعہ آپ نے یہ سمجھا کہ موجودہ دور میں بہت سے ملنے والے لوگ ملتے ہیں مگر آپس میں محبت نہیں رکھتے۔ ہمیں اگر آرام سے زندگی گزارنی ہے تو محنت اور مشقت سے علم حاصل کرنا ہوگا۔ انسان کہیں بھی رہے مگر وطن کی یاد اُسے ضرور ستاتی ہے۔ کیونکہ آدمی کو وطن سے بڑی محبت ہوتی ہے۔

عملی سرگرمی:

☆ پہلے شعر کو یاد کر لیجیے اور اس کا مطلب معلوم کیجیے!

سبق..22

بہادر شاہ کا ہاتھی

مولا بخش نامی ہاتھی اتنا اونچا تھا کہ اُس کے قد کے برابر ہاتھی نظر سے نہیں گزرا۔ جب اُس پر عماری کسی جاتی تھی تو وہ دہلی کے کسی دروازے سے نکل نہیں سکتا تھا۔ وہ چاروں گھٹنے ٹیک کر شہر سے باہر جاتا تھا اور اِسی طرح اندر داخل ہوتا تھا۔ آخر بہادر شاہ بادشاہ نے لاہوری دروازے کو تڑوا کر مولا بخش کے واسطے اتنا اونچا کروایا کہ وہ عماری کے ساتھ گزر جائے۔

اکبر شاہ ثانی کے زمانے میں ایک سوداگر مولا بخش ہاتھی کو لایا تھا۔ اُس کے فیل بان بخارا کے ایک سید تھے؛ کیونکہ کسی اور شخص کا بادشاہ کی طرف پیٹھ کرنا بے ادبی تھی۔ بہادر شاہ نے فیل بان کو مہابت خاں کا خطاب دیا اور جاگیر بخشی۔

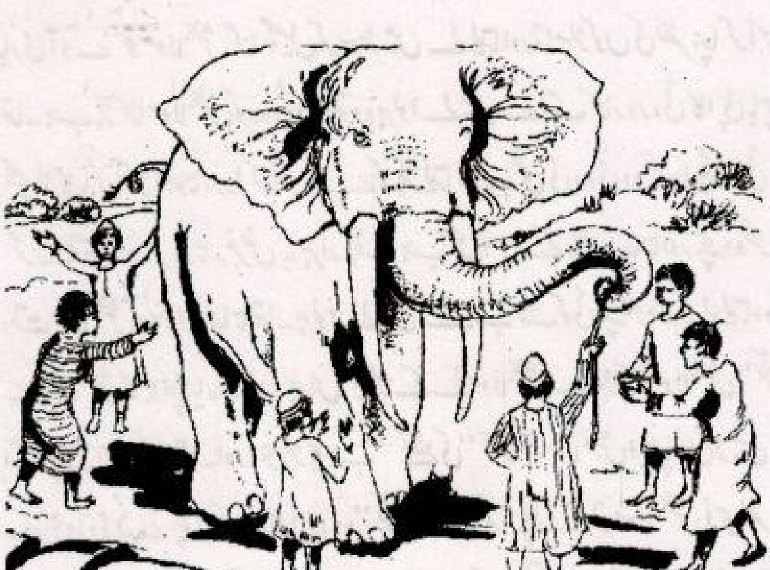

ایک روز مولا بخش مستی میں آکر بے قابو ہوگیا۔ سید صاحب

کو غافل پا کر اُس نے اُنہیں سونڈ میں لپیٹ لیا۔ پھر اُس نے اُن کی ایک ٹانگ اپنے پاؤں کے نیچے داب کر اور ایک سونڈ میں پکڑ کر اُنھیں زندہ چیر ڈالا۔ سید صاحب کی بیوہ کا ننھا سا بچہ دو ڈیڑھ برس کا اُس کی گود میں تھا۔ بے چاری خاوند کے غم میں روتی پیٹتی آئی اور اپنے بچے کو مولا بخش کے آگے ڈال کر کہا: ''لے موئے! اس کو بھی مار ڈال۔'' اُس وقت تک مولا بخش کی مستی اُتر چکی تھی۔ اُس نے بچے کو سونڈ سے پکڑ کر اپنی گردن پر بٹھا لیا۔ اُس روز سے یہ بچہ مولا بخش کے ساتھ رہتا۔ بچے کے سامنے مولا بخش سے جو کہو، وہ فوراً کرتا اور جہاں یہ بچہ مولا بخش کی آنکھ سے اوجھل ہوا مولا بخش نے دنگا کرنا شروع کر دیا۔ اُس بچے کا نام رحمت علی تھا۔

جب رحمت علی بڑا ہوا تو اُس کے ہم عمر بچے اُس کے ساتھ کھیلنے کو آتے۔ اگر کسی بچے نے سید صاحب سے کہا: ''یار! گنا نہیں کھلواتے۔'' تو سید صاحب مولا بخش سے کہتے کہ مولا بخش! ہمارے یار کو یاری دو۔'' مولا بخش گنا چھیل کر، جس بچے کو سید صاحب کہہ دیتے، دے دیا کرتا تھا۔ مولا بخش پر سواری کرنے اور گنوں کے لالچ سے لڑکے تمام دن وہیں جمع رہتے کوئی لڑکا کہتا: ''مولا بخش یار چڑھی دلواؤ۔'' تو یہ اپنی سونڈ پر سے یا پاؤں کو ٹیڑھا کر کے، اُس لڑکے کو اوپر چڑھا لیتا تھا۔ جب لڑکے زیادہ ہوتے اور اُن میں سے کوئی کہتا: ''مولا بخش یاری آوے'' تو مولا بخش گنا چھیل کر سونڈ میں لے لیتا اور تمام لڑکوں کی نظر بچا کر اُس لڑکے پر گنا پھینک دیتا تھا۔ جب چڑ کٹا مولا بخش کو روٹی دیتا تو وہ ہر نوالے میں سے ایک کنارہ روٹی کا اپنی باچھ سے باہر نکال دیتا تھا جو بھی لڑکا پاس کھڑا ہوتا، دوڑ کر اُس ٹکڑے کو پکڑ لیتا تھا۔ ہاتھی کی روٹی دو تین انچ موٹی ہوتی ہے۔ بچہ اُس کو زور کر کے توڑتا اور مروڑتا۔ غرض بہ ہزار دِقت جب ٹکڑا اُس کے ہاتھ آ جاتا اور بچہ وہ ٹکڑا لے کر بھاگ جاتا، اُس وقت مولا بخش وہ نوالا کھاتا تھا۔ ہر نوالے میں سے جب تلک کوئی بچہ ٹکڑا نہ لے لیتا، وہ روٹی نہ کھاتا تھا۔ لڑکوں سے مولا بخش کا بڑا پکا یارانہ تھا۔ جہاں کسی لڑکے نے مولا بخش سے کہا کہ 'مولا بخش!' 'غلّی' آوے، تو مولا بخش اپنا ایک پاؤں اٹھا لیتا تھا۔ اور وہی لڑکا جب '' گھٹنے کی'' کہتا تو مولا بخش اپنا پاؤں زمین پر رکھتا تھا۔ اگر فیل خانے کے کسی آدمی نے بچوں کو دھمکایا اور وہ ''غلّی'' مانگ کر چلے گئے تو مولا بخش اُسی طرح اپنا پاؤں اٹھائے کھڑا رہتا۔ ہر چند سید صاحب کہتے کہ ''بیٹا'' وہ بچہ تھا، چلا گیا''، لیکن مولا بخش کب سنتے تھے۔ جب اسی لڑکے کو بلا کر

Sarva Shiksha-2015-16(Free)

لاتے اور وہی لڑکا کہتا کہ ''مولا بخش گھٹنے کی'' تب جا کر وہ اپنا پاؤں زمین پر رکھتا۔

مولا بخش جب اپنے گنّے لاتا تھا اور بازار میں کوئی لڑکا کہتا کہ ''مولا بخش ''نکی'' آوے'' تو مولا بخش فوراً اپنا ایک پاؤں اٹھا لیتا۔ چڑ کنا ہر چند کہتا تھا ''بیٹا چل'' لیکن کیا مجال جو یہ آگے سرک جائیں۔ جب تک ''گھٹنے کی'' وہی لڑکا نہ کہے، مولا بخش ٹس سے مس نہ ہوتا تھا۔

ایک روز فیل بان نے بادشاہ سے عرض کی: ''حضور! مولا بخش تمام گنّے اور راتب کی روٹیاں بانٹ دیتا ہے۔ پہرے پر حکم دے دیا جائے کہ کوئی لڑکا اُس کے پاس نہ آنے پائے۔'' چنانچہ بادشاہ نے حکم دے دیا۔ صبح کو حسبِ معمول مولا بخش نے لڑکوں کا انتظار کیا۔ جب کوئی لڑکا نہ آیا تو مولا بخش نے گنّے نہ کھائے۔ شام کو راتب نہ کھایا، پانی نہ پیا، دوسرا روز گزرا، فیل بان نے ہر چند کہا: ''بیٹا روٹی کھالے'' لیکن مولا بخش نے کچھ نہ کھایا۔ جب تیسرا روز ہوا تو فیل بان کو اندیشہ ہوا کہ یہ تو مر جائے گا، اگر نہ کھائے گا۔ مجبوراً بادشاہ کے پاس گیا اور عرض کی ''حضور! مولا بخش نے تین روز سے کچھ نہیں کھایا ہے۔'' یہ سن کر بادشاہ نے فرمایا: ''بھائی! میں بھی فقیر ہوں اور میرا ہاتھی بھی ایسا ہی ہے۔ خدا نے ہم کو اس واسطے دیا ہے کہ بانٹ کر کھائیں۔ پہرے پر حکم دو کہ کسی لڑکے کو نہ روکا جائے۔'' غرض جب لڑکے آئے تو مولا بخش نے راتب اور گنّے بانٹ کر کھانے شروع کر دیئے۔

مولا بخش جب بادشاہ کے روبرو آتا تھا تو دونوں گھٹنے ٹیک کر اور سر جھکا کر سلام کرتا تھا۔ اُس کی مستک اتنی بلند تھی کہ سید صاحب اوپر بیٹھے ہوئے دکھائی نہیں دیتے تھے اور جب بادشاہ سوار ہوتے تھے تو نہایت ادب سے سرنگوں چلتا تھا۔

☆ میر باقر علی دہلوی

مشق

معنی یاد کیجیے:

قد	—	جسم کی لمبائی
عماری	—	اونٹ پر بیٹھنے کا سامان
مع	—	ساتھ
فیل بان	—	ہاتھی چلانے والا، مہابت
خطاب	—	بادشاہ کی طرف سے دیا گیا نام
خاوند	—	شوہر
مستی	—	نشہ، خمار
دنگا	—	فساد
نوالہ	—	لقمہ
دقت	—	پریشانی
یارانہ	—	دوستی
فیل خانہ	—	ہاتھی کے رہنے کی جگہ
مجال		ہمت
ٹس سے مس نہ ہونا	—	اپنی جگہ سے نہیں ہلنا
روبرو	—	آمنے سامنے
سرنگوں	—	سر جھکانا

سوچیے اور بتایئے:

1۔ مولا بخش کون تھا؟

2۔ سید صاحب کون تھے؟

3۔ ہاتھی نے سید صاحب کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

4۔ سید صاحب کے مرنے کے بعد ان کی بیوہ نے کیا کیا؟

5۔ سید صاحب کے بیٹے کے ساتھ مولا بخش نے کیا کیا؟

6۔ بچے مولا بخش کو کیوں گھیرے رہتے تھے؟

خالی جگہوں کو دیئے گئے الفاظ سے بھریئے:

1۔ مولا بخش جب اپنے............لاتا تھا۔ (گنّے / کیلے)

2۔ ایک روز...............نے بادشاہ سے عرض کیا۔ (سید صاحب/فیل بان)

3۔ صبح کو حسب معمول...........نے لڑکوں کا انتظار کیا۔ (بادشاہ/مولا بخش)

4۔ لڑکوں سے مولا بخش کا بڑا پکا..........تھا۔ (یارانہ/دوستانہ)

ان الفاظ کو جملوں میں استعمال کیجیے:

مَستک، مولا بخش، فقیر، صبح، فیل بان، سرنگوں

دیئے گئے واحد الفاظ سے جمع بنایئے:

حکم، بچہ، ٹکڑا، روٹی، یار

ان الفاظ کی ضِد لکھیے:

بیٹا، بادشاہ، بلند، باہر، شام

غور کیجیے:

میر باقر دہلوی اردو کے مشہور ادیب تھے اور تاریخی کہانیاں لکھتے تھے۔ ''بہادر شاہ کا ہاتھی'' ان کا اسی طرح کا ایک تاریخی مضمون ہے۔ جو مغل بادشاہ بہادر شاہ سے متعلق ہے۔ اس تاریخی کہانی کو مضمون نگار نے آسان زبان میں نہایت دلچسپ انداز میں لکھا ہے جو عام بچوں کیلئے دلچسپ بھی ہے اور معلوماتی بھی۔ اس سے ہاتھی کی فطرت اور اس کے مزاج کا بھی بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

عملی سرگرمی:

☆ ہاتھی کے عادات واطوار کے بارے میں ایک مضمون لکھیے!

وَندے ماترم

سُجلام سُفلام مَلیَج شیتلام،

شسیے۔شیام لام مَاترَم

وَندے مَاترَم!!

شُوبھر۔جیوتسنا۔پُلکِت۔یامینیم،

پھُلّ۔کوسُومِت۔دُرم دَل۔شُوبھینیم

سُوہاسنیم،سومدھُر بھاشینیم،

سُوکھددَام،وَردام،مَاترَم!!

وَندے مَاترَم!!

FAROZAN
Class-VI

قومی ترانہ

جَن گَن مَن اَدھینایک جیہ ہے
بھارت بھاگیہ وِدھاتا !
پنجاب سندھ گجرات مراٹھا
دراوڑ اُتکل بنگ !
وِندھیہ ہماچل یمنا گنگا
اُچھل جل دھی ترنگ !
تَو شبھ نامے جاگے،
تَو شبھ آشش ماگے،
گاہے تَو جے گاتھا !
جَن گَن منگل دایک جیہ ہے
بھارت بھاگیہ ودھاتا !
جیہ ہے، جیہ ہے، جیہ ہے،
جیہ جیہ جیہ، جیہ ہے !

सत्र-2015-16

फ़रोज़ाँ भाग-1 वर्ग-6 (उर्दू)

नि:शुल्क वितरण हेतु

बिहार स्टेट टेक्स्ट बुक पब्लिशिंग कॉरपोरेशन लिमिटेड, पटना

मुद्रक :- श्री साईं ऑफसेट, संदलपुर, पटना-6